ذوالقرنین اور سدِ سکندری

جناب مولانا محمد حفظ الرحمن صاحب سیوہاروی

(۴)

سب سے پہلے ہم اُس "سد" پر بحث کرنا چاہتے ہیں جو دربند (حصار) میں واقع ہے۔ اس "سد" کے حالات ساتویں صدی کے ایک چینی سیاح نے ہی نہیں بیان کئے بلکہ (جیسا کہ ہم پہلے[۱] لکھ چکے ہیں) شاہِ رُخ کے جرمنی مصاحب سیلدبرجر اور ہسپانوی سفیر کلاویجو نے بھی پندرھویں صدی عیسوی کے اوائل میں اس کا مشاہدہ کیا ہے اور انھوں نے بھی یہ کہا ہے کہ یہاں آہنی پھاٹک لگے ہوئے ہیں مگر مورخین یہ بھی تصریح کرتے ہیں کہ یہ سد (دیوار) پتھر اور اینٹ کی بنی ہوئی ہے اور آہنی دروازوں کے علاوہ دیوار کسی جگہ بھی لوہے اور تانبے سے بنی ہوئی نہیں ہے۔ اور لوہے کے پھاٹکوں کی وجہ سے اس کو بھی اسی طرح "درۂ آہنی" کہتے ہیں جس طرح دربند (بحر قزوین) کو درۂ آہنی کہتے ہیں

نیز یہ دیوار جس طرح پہاڑوں کے درمیان میں چلی گئی ہے اُسی طرح اس کا ایک حصہ سطح زمین پر بھی بنایا گیا ہے ایسا نہیں ہے کہ صرف دو پہاڑوں کی پھانکوں (چوٹیوں) کے درمیان ہی میں قائم کی گئی ہو۔

پس اس دیوار کو "سدِ ذوالقرنین" کہنا قرآنی تصریحات کے قطعاً خلاف ہے اور غالباً اسی وجہ سے کسی ایک مورخ نے بھی (جو کہ دربند (حصار) اور دربند (بحرِ قزوین) کے درمیان امتیاز کر سکتے ہیں) اس دیوار (سد) کو سدِ ذوالقرنین یا "سدِ سکندری" نہیں کہا۔

---

[۱] ملاحظہ ہو الجواہر طنطاوی جلد ۹ ص ۱۹۸

مگر تعجب ہے محترم مدیر صاحب صدق سے کہ انھوں نے قرآنی تصریحات کو سامنے رکھے بغیر تمام مورخین کے خلاف یہ دعویٰ کر دیا کہ دربند (حصار) کی دیوار (سد) ہی "سدِ سکندری" یعنی سدِ ذوالقرنین ہے۔ شاید وہ اس جدت کے لئے اس لئے مجبور ہوئے ہیں کہ ایک تو اُن کا مسلک یہ ہے کہ سکندر ہی ذوالقرنین ہے اور دوسرے اس جانب میں سکندر کی فتوحات کی آخری حد اسی علاقہ تک ہے جیسا کہ ۱۸ اگست کے صدق کی اس عبارت سے ظاہر ہوتا ہے۔

"سکندر اعظم اپنی تیسری فوج کشی میں اسی علاقہ تک گیا تھا۔"

ظاہر ہے کہ ان دو باتوں کی صراحت کے بعد وہ مجبور ہیں کہ دربند (حصار) کی سد ہی کو سدِ ذوالقرنین تسلیم کریں مگر اس سے زیادہ یہ ظاہر ہے کہ اس سد پر نہ قرآنِ عزیز کی بیان کردہ صفات ہی کا اطلاق ہوتا ہے اور نہ کوئی مورخ ہی اس کو "سدِ سکندری" یا سدِ ذوالقرنین کہتا ہے اور بالفرض اگر اس کو سکندر کی تعمیر تسلیم بھی کر لیا جائے تو بھی وہ سدِ ذوالقرنین کسی طرح نہیں ہو سکتی کیونکہ وہ قرآنی صفات کے مطابق نہیں ہے۔

اس کے بعد دوسرا نمبر دربند (بحرِ قزوین) کی دیوار (سد) کو زیرِ بحث لانے کا ہے۔ اس کے متعلق یہ تو معلوم ہو چکا کہ اس کو عرب باب الابواب اور الباب کہتے ہیں اور اہلِ فارس دربند اور درۂ آہنی نام رکھتے ہیں۔ اور اس میں شک نہیں کہ بڑی کثرت سے مورخین اس دربند کی دیوار (سد) کو "سدِ سکندری" کہتے چلے آئے ہیں مگر محققین یہ بھی کہتے ہیں کہ اس کے بانی کا صحیح حال معلوم نہیں ہے البتہ اس کو "سدِ سکندری" بھی کہہ دیتے ہیں اور کاکیشین وال (کاکیشیا کی دیوار) بھی اور دیوارِ نوشیرواں بھی۔

لیکن ہم اس بحث کو موخر کرتے ہوئے کہ اس کے متعلق یہ اضطراب بیانی کیوں ہے؟ اس "سد" کو سدِ ذوالقرنین جب ہی مان سکتے ہیں کہ یہ قرآنِ عزیز کے بیان کردہ ہر دو صفات کے

مطابق پوری اترے مگر افسوس کہ ایسا نہیں ہے اسلئے کہ اس دیوار کے عرض و طول اور اس کے حجم کی تفصیلات دیتے ہوئے تمام مورخین یہ تسلیم کرتے ہیں کہ اس دیوار کا بھی بہت بڑا حصہ سطح زمین پر تعمیر کیا گیا ہے اور آگے بڑھ کر پہاڑ پر بھی بنایا گیا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی ملتے ہیں کہ اگرچہ یہ دیوار بعض جگہ دوہری بھی ہے اور اس میں متعدد لوہے کے پھاٹک بھی ہیں جن میں سے بعض بعض پہاڑوں کے درمیان قائم ہیں اور پہاڑوں پر اس کے استحکامات بھی بہت ہیں تاہم یہ دیوار لوہے کے ٹکڑوں اور تانبے سے نہیں بنائی گئی بلکہ عام دیواروں کی طرح پتھر اور چونہ ہی سے بنائی گئی ہے۔ پس اس کا بانی کوئی شخص بھی ہو اس دیوار کو "سد ذوالقرنین" کہنا کسی طرح صحیح نہیں ہے۔ اب رہا اس کو "سدِ سکندری" کہنا سو ہمیں اس کے انکار کی کوئی ضرورت نہ ہوتی اگر تاریخی حقائق اس دعوے کا ساتھ دیتے مگر حیرت اور تعجب کی بات یہ ہے کہ یہی مورخین جب سکندرِ مقدونی کا ذکر کرتے اور اس کی وسعتِ فتوحات کو زیرِ بحث لاتے ہیں تو ان میں سے کوئی ایک بھی یہ نہیں کہتا کہ سکندرِ اعظم کاکیشیا تک پہنچا ہے اور بقول مولانا ابو الکلام

> لیکن جب سکندر کے تمام فوجی اعمال خود اس کے عہد میں اور خود اس کے ساتھیوں نے قلمبند کردیئے ہیں اور ان میں کہیں بھی کاکیشیا کی لڑائی یا کاکیشیا کے استحکامات کی تعمیر کا اشارہ نہیں ملتا تو پھر کیوں کر ممکن ہے کہ اس طرح کی توجیہات قابلِ اطمینان تسلیم کرلی جائیں۔[1]

یہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ سکندرِ اعظم کی جانب یہ انتساب صحیح ہے؟

امریکہ کے ایک مشہور جغرافیہ دان کریم (Cram) نے اپنے جغرافیہ کریمس یونیورسل اٹلس (Crame's Universal Atlas) میں سکندرِ اعظم کی سلطنت ۳۳۱-۳۰۱ ق م کا جو مکمل نقشہ تیار کیا ہے اس میں بھی کاکیشیا کا علاقہ اس کی فتوحات سے سینکڑوں میل دور نظر آتا ہے۔

[1] ترجمان القرآن جلد ۲ صفحہ ۴۲۹ سنہ ۲۰۵

بہرحال اکثر مسلمان مورخین تو اس کا بانی نوشیرواں کو بتاتے ہیں اور جو نفیس سکندر کو اس کا بانی قرار دیتا ہے اور بیان کردہ تاریخی حقایق کے پیش نظر نہ انوشیرواں کی نسبت صحیح ہے اور نہ سکندرِ اعظم کی اور اگر ان دونوں میں سے کسی کی نسبت کو بالفرض صحیح بھی مان لیا جائے تب بھی اس کو "سدِ ذوالقرنین" کہنا حقائقِ قرآنی سے آنکھیں بند کر لینا ہوگا۔ پس دربند (حصار) ہو یا دربند (بحر خزر) دونوں کی "سد" سدِ ذوالقرنین نہیں ہے۔

تیسری قابلِ ذکر وہ "سد" ہے جو دربند (قزوین) یا کاکیشین وال کے مغرب جانب میں ایک درہ کو بند کرتی ہے یہ درہ دربند سے مغرب کی جانب کاکیشیا کے اندرونی حصوں میں آگے بڑھتے ہوئے ملتا ہے اور درۂ داریال کے نام سے مشہور ہے اور قفقاز اور تفلس کے درمیان واقع ہے یہ درۂ کاکیشیا کے بہت بلند حصوں سے ہو کر گذرا ہے اور قدرتی طور پر پہاڑ کی دو بلند چوٹیوں سے گھرا ہوا ہے اس کو فارسی میں "درۂ آہنی" اور ترکی میں دامر کپو کہتے ہیں۔

اس درہ کے متعلق گذشتہ صفحات میں امام رازیؒ کی تفسیر سے اس تشریح کے بعد کہ یہ دو پہاڑ جن کے درمیان سد واقع ہے قفقاز میں ہے ہم ابن خرداد کی کتاب المسالک والممالک کا یہ حوالہ نقل کر چکے ہیں کہ واثق باللہ نے جب اپنے خواب کی تعبیر کے پیش نظر "سدِ ذوالقرنین" کی تحقیق کیلئے تحقیقاتی وفد (ریسرچ کمیشن) مقرر کیا تو انھوں نے باب الابواب (دربند) سے آگے چل کر جب اس کا مشاہدہ کیا ہے تو تصریح کی ہے کہ یہ دیوار تمام کی تمام لوہے اور پگھلے ہوئے تانبے سے بنائی گئی ہے۔ اصل الفاظ یہ ہیں "ان الواثق باللہ رأی فی المنام کانہ فتح ھذا الردم فبعث بعض الخدم الیہ لیعاینوہ فخرجوا من باب الابواب حتی وصلوا الیہ وشاھدوہ فوصفوا انہ بناء من لبن من حدید مشدود بالنحاس المذاب وعلیہ باب مقفل"۔[1]

---

[1] دربند نامہ کاظم بیگ ص ۲۱

پس جبکہ آج کے مشاہدہ سے بھی یہ ثابت ہے کہ داریال کا یہ درہ پہاڑوں کی دو چوٹیوں کے درمیان گھرا ہوا ہے اور تاریخی حقائق بھی اس کو تسلیم کرتے اور واضح کرتے ہیں۔ نیز واثق باللہ کے مشن نے اپنا یہ مشاہدہ بیان کیا ہے کہ یہ دیوار لوہے اور پگھلے ہوئے تانبے سے تیار کی گئی ہے تو بلاشبہ یہ تسلیم کرنا چاہئیے کہ یہی دیوار وہ "سدِ ذوالقرنین" ہے جس کا ذکر قرآنِ عزیز نے سورۂ کہف میں کیا ہے کیونکہ قرآنِ عزیز کے بتائے ہوئے دونوں وصف صرف اسی دیوار پر منطبق ہوتے ہیں۔ اسی لئے وہب، ابوحیان، ابن خرداذ، علامہ انور شاہ اور مولانا آزاد جیسے محققین کی یہی رائے ہے کہ سدِ ذوالقرنین قفقاز کے اسی درہ کی سد کا نام ہے۔

ان تصریحات کے بعد اب ہم کو کہنے دیجئے کہ درۂ داریال کی یہ "سد" سائرس (گورش یا کیخسرو) کی تعمیر کردہ ہے اور "جیسا کہ ہم یاجوج و ماجوج کی بحث میں بیان کر چکے ہیں" یہ ان وحشی قبائل کے لئے اس نے بنائی تھی جو کاکیشیا کے انتہائی علاقوں سے آکر اور اس درہ میں سے گذر کر قفقاز کے پہاڑوں کے اس طرف بسنے والوں پر لوٹ مار مچاتے تھے اور یہ وہی سیتھین قبائل تھے جو سائرس کے زمانہ میں حملہ آور ہو رہے تھے اور اس وقت کے یاجوج و ماجوج کا مصداق یہی قبائل تھے اور ان ہی کی روک تھام کی ضرورت سے سائرس نے ایک قوم کی شکایت پر یہ "سد" تیار کی اور ارمنی نوشتوں میں اس سد کا جو قدیم نام "بھاک کورائی" (کور کا درہ) لکھا چلا آتا ہے اس کور سے مراد غالباً "کورش" ہے جو سائرس ہی کا دوسرا نام ہے۔

اور اس کے قریب دربند (بحر خزر) کی دیوار اس کے بعد اسی غرض سے کسی دوسرے بادشاہ نے بنوائی ہے اور نوشیرواں نے اپنے زمانہ میں اس کو دوبارہ صاف اور درست کرایا ہے جیسا کہ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام کے حوالہ سے ہم ابھی نقل کر چکے ہیں۔

اور ان تینوں دیواروں (سد) میں سے سکندر کی بنائی ہوئی کوئی ایک سد بھی نہیں ہے

اس لئے کہ سکندر کی فتوحات کی تاریخ جو کہ سامنے ہے اس سے کسی طرح یہ ثابت نہیں ہوتا کہ سکندر کو اس غرض کے لئے کسی سد قائم کرنے کی ضرورت پیش آئی ہو کیونکہ اس کی حکومت کے سارے دور میں یاجوج ماجوج قبائل کا کوئی حملہ تاریخ میں موجود نہیں ہے اور نہ دربند (حصار) تک پہنچ کر کسی قوم کا اس قسم کے وحشی قبائل سے دوچار ہونا اور سکندر سے اس کی شکایت کرنا تاریخی حقائق میں کہیں نظر آتا ہے۔

البتہ یہ بات ضرور قابلِ غور ہے کہ آخر دربند (بحر قزوین یا بحر خزر) کی دیوار کے متعلق "سدِ سکندری" کیوں مشہور ہوا سو اس مسئلہ کے تمام حقائق کو پیشِ نظر رکھنے کے بعد بآسانی اس کا یہ حل سمجھ میں آجاتا ہے کہ چونکہ اس مسئلہ کا تعلق یہود کی مذہبی روایات سے بہت زیادہ وابستہ ہے اور اسی لئے یہود کے سوال پر قرآنِ عزیز نے بھی اس کا ذکر کیا ہے تو اس بدعت اور غلط انتساب کی ابتدا بھی وہیں سے ہوئی ہے اور سب سے پہلے جوزیفس نے اس کے متعلق یہ بلا دلیل بیان کیا کہ یہ سد "سدِ سکندری" ہے اور وہیں سے یہ روایت چل گئی۔ اور مورخینِ اسلام میں سے محمد بن اسحٰق نے بھی چونکہ سکندر یونانی کو ذوالقرنین بتایا اس لئے مسلمانوں نے بھی اس سد کو سدِ سکندری کہنا شروع کر دیا اور آخر کار اس انتساب نے شہرت حاصل کر لی۔

مذکورہ بالا سد کے متعلق اگرچہ اکثر عرب مورخین یہی کہتے جاتے ہیں کہ وہ انوشیرواں کی بنائی ہوئی ہے مگر "محققین" کی رائے یہ ہے کہ اس کے بانی کا صحیح علم نہیں حاصل ہو سکا البتہ تاریخی قیاسات سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ شائد اس کی مرمت و درستی انوشیرواں نے اپنے زمانہ میں کرائی ہو اور اسی وجہ سے وہ انوشیرواں کی جانب منسوب کر دی گئی ہو۔ بہرحال یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ اس سد کو "سدِ سکندری" کہنا ایک افواہی انتساب سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں رکھتا، نیز سکندرِ مقدونی جو انگریزی تاریخوں میں "گریٹ الیگزنڈر" کہا جاتا ہے کسی طرح "ذوالقرنین" نہیں

ہوسکتا اور نہ "سدِ ذوالقرنین" سے اس کا کوئی تعلق ہے۔

یاجوج وماجوج کا خروج ذوالقرنین، یاجوج وماجوج اور سد کی بحث کے بعد سب سے زیادہ اہم مسئلہ یاجوج وماجوج کے اس خروج کا ہے جس کا ذکر قرآنِ عزیز نے کیا ہے اور اس مسئلہ کی اہمیت اس لئے اور بھی بڑھ جاتی ہے کہ اس مسئلہ کا تعلق علاماتِ قیامت سے ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ "خروجِ یاجوج وماجوج" کا مسئلہ کہ جس کی خبر قرآنِ عزیز نے بطور پیشین گوئی کے دی ہے ایسا مسئلہ نہیں ہے کہ جس کو محض ظنی قیاسات سے حل کر لیا جائے اور جبکہ اس مسئلہ کا تعلق قرآنِ عزیز کے "اخبارِ مغیبات" سے ہے تو پھر اس کے متعلق فیصلہ کرنے کا حق بھی قرآنِ عزیز ہی کو پہنچتا ہے نہ کہ ظن و تخمین کو۔ قرآنِ عزیز نے اس واقعہ کو سورۂ کہف اور سورۂ انبیاء میں بیان کیا ہے اور اس مسئلہ سے متعلق جو کچھ بھی ہے وہ صرف ان دو ہی سورتوں میں مذکور ہے۔

سورہ کہف میں یہ واقعہ اس طرح مذکور ہے۔

فما اسطاعوا ان یظھروہ و	پس نہیں طاقت رکھتے وہ (یاجوج وماجوج) اس
ما استطاعوا لہ نقبا۔ قال	سد پر چڑھنے کی اور نہ وہ اس میں سوراخ کرنے کی طاقت
ھذا رحمۃ من ربی فاذا جاء	رکھتے ہیں (ذوالقرنین) نے کہا! یہ میرے پروردگار کی
وعد ربی جعلہ دکاء وکان	رحمت ہے پھر جب میرے رب کا وعدہ آئیگا تو
وعد ربی حقا ۰	اسکو گرا کر ریزہ ریزہ کر دیگا اور میرے پروردگار کی فرمائی
(کہف)	ہوئی بات سچ ہے۔

اور سورۂ انبیا میں اس واقعہ کو اس طرح بیان کیا گیا ہے۔

حتی اذا فتحت یاجوج و	یہاں تک کہ جب کھول دیئے جائینگے یاجوج اور ماجوج
ماجوج وھم من کل حدب	اور وہ زمین کی بلندیوں سے دوڑتے ہوئے اتر آئینگے

ینسلون۔ واقترب الوعد الحق	اور خدا کا سچا وعدہ قریب آجائے تو اسوقت اچانک
فاذاھی شاخصۃ ابصار الذین	ایسا ہوگا کہ جن لوگوں نے کفر کیا ہے ان کی آنکھیں کھلی
کفروا یویلنا قد کنا فی غفلۃ	کی کھلی رہ جائینگی (اور پکار اٹھینگے) ہائے کمبختی ہماری
من ھذا بل کنا ظلمین ہ	کہ ہم بے خبر رہے۔

ان دونوں مقامات میں قرآن عزیز نے ایک تو یہ بتایا ہے کہ جس زمانہ میں "ذوالقرنین" نے "یاجوج وماجوج" پر سد قائم کی تو اس کے استحکام کی یہ حالت تھی کہ یہ قومیں نہ اس کو پھاند کر اس جانب آسکتی تھیں اور نہ اس میں سوراخ پیدا کر کے اس کو عبور کر سکتی تھیں اور سد کی اس مضبوطی اور پائیداری کو دیکھکر ذوالقرنین نے خدائیتعالیٰ کا شکر ادا کیا اور یہ کہا کہ یہ سب کچھ خدا کی رحمت کا کرشمہ ہے کہ اس نے مجھسے یہ نیک خدمت کرادی۔

اور دوسری بات یہ بیان کی ہے کہ جب قیامت کا زمانہ قریب ہو گا تو یاجوج وماجوج، بے شمار فوج در فوج نکل کر دنیا میں پھیل جائیں گے اور لوٹ مار اور تباہی وبربادی مچادینگے۔

ان دونوں باتوں سے عام طور پر مفسرین نے یہ سمجھا ہے کہ یاجوج وماجوج "سد ذوالقرنین" میں اس طرح محصور ہو گئے ہیں کہ یہ "سد" قیامت تک اسی طرح صحیح وسالم کھڑی رہیگی اور جب یاجوج وماجوج کے خروج کا وقت آئیگا" اور وہ قیامت کے قریب اور علاماتِ قیامت میں سے ہوگا" تو اس وقت یکبارگی "سد" گر کر ریزہ ریزہ ہوجائیگی اور اسلئے انھوں نے دونوں مقامات میں اسی فہم کے مطابق آیات کی تفسیر کی ہے۔ چنانچہ انھوں نے سورۂ انبیا کی اس آیت کا حتیٰ اذا فتحت یاجوج وماجوج کا یہ ترجمہ کر کے "یہانتک کہ جب یاجوج وماجوج سد توڑ کر کھول دیئے جائیں گے" اس ارشادِ الٰہی کو ذوالقرنین کے اس مقولے کے ساتھ جوڑ دیا جو کہف میں مذکور ہے۔ فاذا جاء وعد ربی جعلہ دکاء" پھر میرے رب کا وعدہ آئیگا تو وہ اس کو ریزہ ریزہ کر دیگا"۔

مگر آیات کے سیاق و سباق اعلان کے مفہوم پر غائر نظر ڈالنے سے یہ تفسیر آیات قرآنی کا حق ادا نہیں کرتی۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ قرآنِ عزیز نے سورہ کہف میں تو صرف اسی قدر ذکر کیا ہے کہ یاجوج و ماجوج پر جب ذوالقرنین نے سد تعمیر کردی تو اس کے استحکام کا ذکر کرتے ہوئے یہ بھی کہہ دیا کہ جب میرے خدا کا وعدہ آجائیگا تو یہ سد ریزہ ریزہ ہوجائیگی اور خدا کا وعدہ برحق ہے اور اس کا خلاف ہونا محال و ممتنع۔

مگر اس جگہ یاجوج و ماجوج کے اس خروج کا کوئی ذکر نہیں ہے جو قیامت کے قریب وقوع میں آئیگا اور ہوتا بھی کیسے کیونکہ یہ تو ذوالقرنین کا اپنا مقولہ ہے جو سد کے مستحکم اور مضبوط ہونے کے سلسلہ میں کہا گیا ہے اور خروجِ یاجوج و ماجوج ان اخبار مغیبات میں سے ہے جو علاماتِ ساعت کے طور پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے بیان کیا گیا ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے اقوام عالم کیلئے ایک تنبیہ ہے کہ خدا کی یہ زمین اپنے آخری لمحات میں ایک سخت اور ہولناک عالمگیر حادثہ سے دوچار ہونے والی ہے۔

اور سورۂ انبیا میں صرف یہ مذکور ہے کہ قیامت کے قریب یاجوج و ماجوج کا خروج ہوگا اور وہ بہت سرعت کے ساتھ بلندیوں سے پستی کی جانب فساد برپا کرنے کیلئے امنڈ پڑینگے۔ اور اس جگہ سد کا اور سد کے ریزہ ریزہ ہوکر اس سے یاجوج و ماجوج کے نکلنے کا قطعاً کوئی تذکرہ نہیں ہے اور لفظ "فتحت" سے ایسا سمجھنا محض قیاس و تخمینی ہے جیسا کہ عنقریب واضح ہوگا۔

پس سورہ کہف اور سورہ انبیا دونوں میں اس واقعہ سے متعلق آیات کا صاف اور سادہ مطلب یہ ہے کہ سورۂ کہف میں تو پہلے اس واقعہ کی تفصیلات سنائی گئی ہیں جن کے متعلق یہود نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست خود یا مشرکین مکہ کے واسطہ سے سوال کیا تھا کہ ذوالقرنین

کی شخصیت کے متعلق اگر کوئی علم رکھتے ہو تو اس کو ظاہر کرو؟ قرآنِ عزیز یعنی وحی الٰہی نے اُن کو بتایا کہ ذوالقرنین ایک نیک اور صالح بادشاہ تھا، اس نے تین مہیں قابلِ ذکر سر کیں ایک مشرقِ اقصیٰ کی، اور دوسری مغربِ اقصیٰ کی اور تیسری شمال کی جانب اور اس تیسری مہم میں اس کو ایک ایسی قوم سے سابقہ ہوا جس نے یاجوج و ماجوج کی تباہ کاریوں کا شکوہ کرتے ہوئے اپنے اور اُن کے درمیان سدّ قائم کر دینے کا مطالبہ کیا۔ ذوالقرنین نے اُن کے مطالبہ کو اس طرح پورا کیا کہ اس جانب وہ جس درہ سے نکل کر حملہ آور ہوا کرتے تھے اس کو لوہے کی تختیوں اور پگھلے ہوئے تانبے سے بند کر دیا اور دو پہاڑوں کے درمیان درہ پر ایک بہترین سد قائم کر دی۔ اور ساتھ شکرِ خدا بجالاتے ہوئے اس نے یہ بھی ظاہر کیا کہ یہ سد اسقدر مستحکم اور مضبوط ہے کہ اب یاجوج و ماجوج نہ اس میں سوراخ کر سکیں گے اور نہ اس پہ چڑھ کر ادھر آسکیں گے لیکن میں یہ دعویٰ نہیں کرتا کہ یہ سد ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اسی طرح رہیگی بلکہ خدا کو جب تک منظور ہے یہ اسی طرح قائم ہے اور جب وہ چاہیگا کہ یہ روک باقی نہ رہے تو یہ ٹوٹ پھوٹ جائے گی اور خدا کا وعدہ "یعنی ہر شے کی طرح سدّ کا بھی فنا ہو جانا" پورا ہو کر رہیگا۔

یہود نے چونکہ صرف ذوالقرنین کے متعلق سوال کیا تھا اسلئے سورۂ کہف میں اسی کے متعلق تفصیل سے بتایا گیا اور یاجوج و ماجوج کا محض ضمنی تذکرہ آگیا۔ اور سورۂ انبیا میں اللہ تعالیٰ مشرکین کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جو بستیاں ہلاک کر دی گئیں اب ان کے باشندے دنیا میں زندہ نہیں واپس آئیں گے ہاں جب قیامت آجائیگی اور وہ جب آئے گی کہ اس سے پہلے یاجوج و ماجوج کا فتنہ پیش آئیگا تب البتہ میدانِ حشر میں سب دوبارہ زندہ کر کے رب العالمین کے سامنے جوابدہ ہونے کے لئے جمع کئے جائیں گے۔

پھر چونکہ اس جگہ یاجوج و ماجوج کے خروج کو قیامت کی علامت بیان کر کے اہمیت دی گئی ہے اس لئے ان کے نکلنے کو سدّ کے ٹوٹنے اور ریزہ ریزہ ہونے کے ساتھ مقید نہیں کیا

بلکہ سرے سے سد کا ذکر ہی نہیں کیا بلکہ یہ کہا کہ جب ان کے خروجِ موعود کا وقت آجائیگا تو سرعت کے ساتھ بلندیوں سے پستی کی جانب امنڈ پڑیں گے اور تمام اقطاع و امصار میں پھیل جائینگے

پس ان مجموعۂ آیات سے دو باتیں معلوم ہوئیں ایک یہ کہ "سدِ ذوالقرنین" یاجوج و ماجوج کے خروج سے پہلے ضرور ٹوٹ پھوٹ چکی ہوگی۔ دوسرے یہ کہ یاجوج و ماجوج کے موعود خروج کا وہ وقت ہوگا کہ قیامت کا وقت بالکل قریب ہوجائے اور اس کے بعد "نفخ صور" ہی کا مرحلہ باقی رہ جائے اس وقت یاجوج و ماجوج کے تمام قبائل بے پناہ سیلاب کی طرح امنڈ پڑینگے اور تمام کائنات میں فسادِ عظیم برپا کریں گے۔

بہرحال ذوالقرنین کے مقولہ "اذا جاء وعد ربی جعلہ دکاء" میں "وعد" سے یاجوج و ماجوج کا خروج موعود مراد نہیں ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ ایک وقت ایسا ضرور آئے گا کہ بلاشبہ "سد" کا اندکاک ہوجائیگا اور وہ ٹوٹ پھوٹ جائیگی اور سورۂ انبیاء میں خدائے تعالیٰ کے ارشاد "فتحت یاجوج و ماجوج" میں فتح سے یہ مراد نہیں ہے کہ وہ سد توڑ کر نکل آئیں گے بلکہ مراد یہ ہے کہ وہ اس کثرت سے فوج در فوج نکل پڑینگے گویا کہیں بند تھے اور آج کھول دئیے گئے ہیں۔

چنانچہ اہل عرب لفظ "فتح" کو جب جاندار اشیاء کیلئے استعمال کرتے ہیں تو اس سے یہ مراد ہوتی ہے کہ یہ کسی گوشہ میں الگ تھلگ پڑی ہوئی تھی اور اب اچانک نکل پڑی۔ اسلئے جب کوئی شخص کہتا ہے کہ "فتح الجراد" تو اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ ٹڈیاں کسی جگہ بند تھیں اور اب ان کو کھول دیا گیا بلکہ یہ معنی مراد ہوتے ہیں کہ ٹڈی دل کسی پہاڑی گوشہ میں الگ پڑا ہوا تھا کہ اب اچانک فوج در فوج باہر نکل پڑا۔

پس یہاں بھی یہ بتایا گیا ہے کہ یاجوج و ماجوج جیسے عظیم الشان قبائل جو عرصے سے باوجود کثرت و انبوہ دنیا کے ایک الگ گوشہ میں پڑے ہوئے تھے اس دن اس طرح امنڈ آئیں گے گویا بند تھے اور اب

اچانک کھول دئے گئے۔

سورہ کہف اور سورہ انبیاء کی زیر بحث آیات کی تفسیر رأس المحدثین حضرت استاذ علامہ سید محمد انور شاہ نور اللہ مرقدہٗ نے بھی عقیدۃ الاسلام میں یہی فرمائی ہے اور بلاشبہ یہ تفسیر بغیر کسی تاویل کے صحیح اور درست ہے اور اس سلسلے کے بہت سے خدشات کو دور کرنے کے لئے مفید۔

حضرت شاہ صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں۔

وينبغي ان يعلم ان قول ذي القرنين هذا رحمة من ربي فاذا جاء وعد ربي جعله دكاء وكان وعد ربي حقاً قول من جانبه لا قرينة على جعله من اشراط الساعة ولعله لا علم له بذلك وانما اراد وعد الله بكاله فاذن قوله تعالى بعد ذلك وتركنا بعضهم يومئذ يموج في بعض للاستمرار التجددي نعم قوله تعالىٰ حتى اذا فتحت ياجوج وماجوج وهم من كل حدب ينسلون هو من اشراط

اور یہ بات سمجھنے کے قابل ہے کہ ذوالقرنین کا یہ قول "ھٰذا رحمۃ من ربی الآیۃ" اس کا اپنا قول ہے اور کوئی قرینہ سیاق وسباق میں ایسا موجود نہیں ہے جس سے سد کے ریزہ ریزہ ہونے کے واقعہ کو علامات قیامت میں سے شمار کیا جائے اور شاید ذوالقرنین کو یہ علم بھی نہ ہو کہ اشراط ساعت میں سے خروج یاجوج وماجوج بھی ہے اور اس نے "وعد ربی" سے صرف اسکا کسی وقت میں ٹوٹ پھوٹ جانا مراد لیا ہو۔ پس اس صورت میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد "ہم نے کر چھوڑا ان کو اس دن سے اس حالت میں کہ بعض بعض پر امنڈ رہے ہیں" استمرار تجددی پر دلالت کرتا ہے یعنی برابر ایسا ہوتا رہیگا کہ ان میں سے بعض قبائل بعض پر حملہ آور ہوتے رہیں گے حتیٰ کہ خروج موعود کا وقت آجائے۔ ہاں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد جو کہ سورۂ انبیاء میں ہے "حتیٰ اذا فتحت" تو البتہ یہ بلاشبہ

الساعة لكن ليس فيهما للسد	علامات قیامت میں سے ہے لیکن اس میں سد کا قطعاً
ذكر فاعلم الفرق ٥م (ص٢٠١)	کوئی ذکر نہیں ہے پس اس فرق کو ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہئے۔

اور پھر اس کو تفصیل کے ساتھ بیان فرماتے ہوئے آخر میں ارشاد فرماتے ہیں۔

واعلم ان ما ذكرته ليس تاويلاً في	اور یہ یاد رہے کہ میں نے ان آیات کی تفسیر میں جو کچھ
القرآن بل زيادة شيء من التاريخ	کہا ہے وہ قرآن میں تاویل نہیں ہے بلکہ قرآنِ عزیز
والتجربة بدون اخراج لفظة	کے کسی لفظ کو اس کے اپنے موضوع سے نکالے بغیر تاریخ
من موضوعه ٥م (ص٢٠٢)	اور تجربہ کے پیش نظر مزید اظہارِ حال ہے۔

عام مفسرین نے بیان کردہ تفسیر سے الگ سورہ کہف اور انبیاء دونوں کی آیاتِ متعلقہ کے واقعات کو اشراطِ ساعت میں شمار کرتے ہوئے جو تفسیر فرمائی ہے غالباً اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے سامنے ترمذی اور مسند احمد کی ایک مرفوع حدیث ہے جو حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے جس کا ترجمہ یہ ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یاجوج و ماجوج روزانہ ذوالقرنین کی سد کو کھودتے رہتے ہیں۔ اور جب سورج نکلنے کا وقت قریب ہو جاتا ہے تو آپس میں کہتے ہیں کہ اب کام ختم کرو اب یہ اس قابل ہو گئی ہے کہ کل تم اس کو کھود کر گرا سکو گے مگر جب وہ اگلے روز پھر اس کام پر واپس آتے ہیں تو سد کو اصلی حالت سے بھی زیادہ مضبوط اور مستحکم پاتے ہیں، یہ اسی طرح ہوتا رہتا ہے مگر جب ان کی معین مدت کا وقت پورا ہو جائیگا اور اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہوگا کہ اب وہ انسانی دنیا پر چھا جائیں تو اس روز بھی سابق کی طرح اس کو کھودینگے اور جب سورج نکلنے کا وقت قریب ہوگا تو کام لینے والے کام کرنیوالوں سے کہیں گے اب واپس جاؤ کل ان شاء اللہ تم اس کو کھود کر برابر کر سکو گے اور آج چونکہ ان شاء اللہ کہدیا اسلئے کل جب واپس آئیں گے تو اپنی محنت کو درست پائیں گے اور اسوقت وہ باقی محنت کر کے سد کو گرادینگے اور لوگوں پر نکل پڑینگے اور تمام روئے زمین کا پانی پی جائیں گے اور لوگ

ان کے خوف سے قلعوں اور پناہ گاہوں میں چھپ جائیں گے پھر وہ دنیا کو مغلوب سمجھ کر آسمان پر تیر پھینکیں گے کہ خدا اور عالم بالا سے جنگ کر کے اسکو مغلوب کریں اللہ تعالیٰ ان کے تیروں کو خون آلود کر کے واپس کریگا تو وہ سمجھیں گے کہ ہم عالم بالا پر بھی غالب آگئے۔ پھر اللہ تعالیٰ ان کی گردنوں میں گلٹیاں پیدا کردیگا جس سے وہ سب خود بخود مر جائیں گے۔"

(ترمذی سورہ کہف)

مگر ترمذیؒ نے اس حدیث کو بیان کر کے حدیث کی حیثیت پر یہ حکم لگایا ہے کہ

ھذا حدیث حسن غریب لا نعرف من ھذا الوجہ مثل ھذا۔	یہ حدیث حسن غریب ہے اور ہم اس طریقہ سند سے ایسی ہی اجنبی باتیں جانا کرتے ہیں۔

یعنی ان کے نزدیک یہ روایت اپنے اعتبار سے منکر اور اجنبی روایت ہے۔

اور حافظ عماد الدین ابن کثیر اس روایت کو نقل کر کے اس پر یہ حکم لگاتے ہیں۔

اس حدیث میں مضمون کے لحاظ سے نکارت (اچنبا) ہے اور اس کو مرفوع کہنا یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرنا غلط ہے، واصل بات یہ ہے کہ ٹھیک اسی قسم کی ایک اسرائیلی کہانی کعب احبارؒ سے منقول ہے اور اس میں بھی یہ سب باتیں اسی طرح مذکور ہیں معلوم ایسا ہوتا ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے "جو کہ اکثر کعب احبارؒ سے اسرائیلی قصے سنا کرتے تھے" اس کو ایک اسرائیلی کہانی کے طور پر بیان کیا ہوگا جس کو نیچے کے راوی نے یہ سمجھا کہ حضرت ابو ہریرۃؓ کی یہ روایت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے درحقیقت یہ راوی کا وہم ہے اور کچھ نہیں ہے۔

اس حدیث کے متعلق میں نے یہ جو کچھ کہا ہے میرا اپنا خیال ہی نہیں ہے بلکہ امام حدیث احمد بن حنبل بھی یہی فرماتے ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر جلد ۳ ص۱۰۱)

ترمذیؒ ابن کثیر اور امام احمدؒ کی ان تصریحات کے بعد اس روایت کی حیثیت ایک اسرائیلی

صہ سے زیادہ نہیں رہ جاتی لہٰذا مفسرین کا محض اس اس روایت کی بنا پر سورۂ کہف کی زیر بحث
یات کی یہ تفسیر کرنا کہ "سد ذوالقرنین" ٹھیک اس وقت ریزہ ریزہ ہوگی جبکہ اشراط ساعت میں سے
وعود خروج یاجوج وماجوج پیش آئیگا صحیح نہیں ہے۔

اور اگر ان کی تفسیر کا یہ حصہ صحیح مان لیا جائے تو پھر بھی وہ مذکورہ بالا روایت کے تسلیم
ر لینے کے بعد قرآنِ عزیز کی آیت کے تعارض سے سبکدوش نہیں ہوسکتے اس لئے کہ قرآنِ عزیز کا عنہ
یں سد کے متعلق ذوالقرنین کا یہ مقولہ نقل کیا گیا ہے "فما اسطاعوا ان یظھروہ وما استطاعوا لہٗ
قبا" اور اس کا مطلب تمام مفسرین نے بالاتفاق یہ بیان کیا ہے کہ یاجوج ماجوج اس سد میں
یں کسی قسم کے ردوبدل پر قادر نہیں ہیں۔ چنانچہ امام احمدؒ اور ابنِ کثیر اس کی شرح میں فرماتے ہیں

انھم لم یتمکنوا من نقبہ ولا نقب شیٔ منہ۔ — بلاشبہ یعنی بنا رسد کے وقت یاجوج وماجوج اس میں سوراخ کرنے یا کسی حصہ کو بھی کھودنے پر قادر نہیں ہیں۔

تو اب مفسرین اس روایت کے ان جملوں کے تعارض کو کس طرح دور فرمائیں گے جن میں
یہ صراحت ہے کہ وہ اُس کو کھود کر یا چاٹ کر گرنے کے قریب کر دیتے ہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ اس
صحیح حدیث کے تعارض کو کس طرح دور کریں گے جس کو امام بخاریؒ نے بسند صحیح روایت کیا ہے۔

ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خواب راحت سے بیدار ہوئے تو یہ حالت تھی کہ چہرۂ مبارک
سرخ تھا اور یہ ارشاد فرما رہے تھے لا الٰہ الا اللہ ویل للعرب من شر قد اقترب فتح الیوم
من ردم یاجوج وماجوج مثل ھذا وحلق قلت یارسول اللہ انھلک وفینا الصالحون
قال نعم اذا کثر الخبث۔

لا الٰہ الا اللہ عرب کیلئے ہلاکت ہے اس شر سے جو قریب آرہا ہے آج یاجوج وماجوج پر قائم شدہ
سد میں تھوڑی کھول دی گئی ہے اور انگوٹھے پر انگلی رکھ کر اور گول حلقہ بنا کر دکھایا۔ حضرت زینبؓ نے

جحش فرماتی ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا ہم ایسی حالت میں ہلاک ہو جائیں گے جبکہ ہم میں صالحین امت بھی موجود ہوں گے ارشاد فرمایا بیشک ایسا ہوگا اگر امت میں خبائث کی کثرت ہو جائیگی۔ (بخاری و مسلم عن الزہری باب الفتن)

اس روایت میں تو یہ تصریح ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ "سد" میں حلقۂ انگشت کی مقدار میں سوراخ ہو گیا ہے اور مفسرین کی تفسیر کے مطابق قیامت کے موعود وقت سے قبل یہ ناممکن ہے۔

پس اگر یہ کہا جائے کہ اس صحیح بلکہ اصح روایت حدیثی میں "فتح" سے مراد شر اور فتنوں کا شیوع مراد ہے اور اس کو استعارہ کے طور پر "فتح ردم" کہدیا گیا تو سورۂ انبیا کی آیت میں "فتحت" کے معنی میں یہ اصرار کیوں ہے کہ اس سے سد ٹوٹ کر کھلنا مراد ہے حالانکہ اس جگہ ردم یا سد کا تذکرہ تک نہیں ہے۔ کیوں نہ اس سے بھی استعارہ مراد لیا جائے۔

اور اگر حدیث میں حقیقی نقب کا ذکر ہے تو یہ سورۂ کہف کی اُس تفسیر کے خلاف اور معارض ہے جو مفسرین نے عام طور پر بیان کی ہے کہ سد کا یہ استحکام قیامت کے موعود وقت تک یونہی رہیگا اور سد کا اس سے قبل ٹوٹنا پھوٹنا ناممکن ہے۔ (باقی آئندہ)